**کومل شہزادی**

پی ایچ ڈی اسکالر، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

# مستنصر حسین تارڑ کے ڈرامائی مجموعے "مُورت" کا اجمالی مطالعہ

**Komal Shahzadi**
PhD Scholar, GC Women University, Sialkot

## A Brief Study of Mustansar Hussain Tarar's Dramatic collection "Murat"

***ABSTRACT***

Mustansar Hussain Tarar is widely recognized and celebrated as one of Pakistan's leading figures of fiction. He wrote many dramas and plays for television in Urdu and Punjabi as well. This article intends to explore the highlighted themes and characters in the dramas of his collection "Murat". The first drama "Murat" focuses on the continuous struggle of men to attain the purposes in life. The second drama "Dasht-e Tanhai" construes the conflict between matter and spirit. The third drama "Abath Bad Naam" highlights the bleak-outcomes and downsides of commendatory system. The fourth drama "Paani ka Qaidi" elucidates the unpaid and rewardless struggle of parents in the upbringing of their children. The fifth drama "Mehak" illustrates the patriotic sentiments while the last drama of the collection shed light on the strengths of disable persons and gives hope by clarifying that the physical disability should not be taken as the weakness which may stops one to attain the goals. His optimistic approach of believing in constant strive to gain the successes is the essense of his dramas.

**Keywords:** *Mustansar Hussain Tarar, Urdu Drama, TV Play, Murat, Dasht-e-Tanhai, Abath Bad Naam, Paani ka Qaidi, Mehak, Jangal Ka Raasta.*

معروف ناول نگار، افسانہ نگار، ڈراما نگار، سفر نامہ نگار، کالم نگار، خاکہ نگار اور اداکار مستنصر حسین تارڑ ۱۹۳۹ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ کئی ممالک کی سیاحت کی اور کئی سفر نامے لکھے بلکہ آج تک لکھ رہے ہیں۔ ان کی کئی کتابوں کے تراجم انگریزی سمیت دنیا کی کئی زبانوں میں ہو چکے ہیں، ان کے ناول روس کی ماسکو یونیورسٹی کے نصاب کا حصہ ہیں۔ اگرچہ ان کی شہرت کی اصل وجہ عام طور پر ایک مصنف کے طور پر ہے، تاہم ان کو پاکستان کے شمالی علاقوں میں سیاحتی منصوبوں کے لیے سب سے پہلے حمایتی کے طور پر بھی جانا جاتا ہے۔

**Article (1-1-4) Published on 28-12-2023**
Tashkeel, Department of Urdu, University of Jhang, E mail: tashkeel@uoj.edu.pk
12KM, Chiniot Road, Jhang, Punjab, Pakistan. 047-7671240

تارڑ کی پہلی کتاب نکلے تیری تلاش میں جو یورپ کا سفر نامہ ہے، 1971ء میں شائع ہوئی تھی۔ان کی ایک تخلیقی جہت ڈراما نگاری بھی ہے۔انھوں نے بہت سے ڈرامے تحریر کیے جن میں سے اکثر ٹیلی ویژن پر نشر ہو چکے ہیں۔ ان کے ڈراموں میں "پرواز، مُورت، آدھی رات کا سورج اور سورج کے ساتھ ساتھ" نمایاں ہیں۔ یہ ڈرامے انسان کے انفرادی اور سماجی مسائل کی عکاسی کرتے ہیں۔ ڈرامے کی صنف پر مکمل عبور رکھنے کے باوجود ان کا ٹی وی ڈرامے تحریر کرنے کے حوالے سے کہنا ہے کہ ٹی وی ڈراما لکھنا مجھے منشی پن اور منشی گیری لگتا ہے۔میں ٹیلی پلے کو ادب نہیں سمجھتا۔ (1)

ہملٹن نے ڈرامے کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"ڈراما ایک کہانی ہے جو اداکاروں کے ذریعے ناظرین کے سامنے سٹیج پر پیش کی جاتی ہے۔"(2)

سٹیج پر پیش کیا جانا ایک ایسی خصوصیت ہے جو ڈرامے کو دیگر اصناف سے ممیز کرتی ہے اوراس ایک تقاضے کی وجہ سے ڈرامے کا فن ادب کی دیگر اصناف سے یکسر مختلف ہو جاتا ہے۔ڈراما ایک آئینہ ہے جس میں فطرت منعکس ہوتی ہے۔(3)

اردوادب میں ڈرامے کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کا پودا کسی دوسرے ملک سے نہیں لایا گیا بلکہ رام بابو سکسینہ کا خیال ہے کہ اردو ڈرامے کا پودا غیر ملک سے لا کر لگایا گیا ہے۔جن حالات میں اُردو ڈرامے کی ابتدا ہوئی، ان حالات میں اس نے اپنے مزاج اور ضرورت کے مطابق سنسکرت ڈرامے سے استفادہ کیا۔

"ڈرامے اور زندگی کا ربط اور تعلق ایک خاص شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور تعلق کی یہ نوعیت صرف ڈرامے کے لیے مخصوص ہے۔"(4)

ڈرامائی مجموعہ مُورت ۲۰۱۰ء میں سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور سے شائع ہوا۔ اس مجموعے میں شامل ڈرامے اشاعت سے قبل پاکستان ٹیلی ویژن پر قسط وار دکھائے جا چکے ہیں۔ مُورت کے لغوی معنی مجسمہ یا بت کے ہیں۔علاوہ ازیں پتھر یا دھات وغیرہ کی بنی ہوئی شبیہ، کوئی ٹھوس بدن یا شکل، مجسمہ، مورتی، بت، لعبت(جو مندر میں رکھی جاتی ہے اور ہندو پرستش کرتے ہیں)لفظ مُورت کے معانی میں شامل ہے۔ اس مجموعے میں چھ ڈرامے ہیں جس میں ہر کہانی منفرد ہے۔ مستنصر حسین تارڑ اس کے آغاز میں خود تحریر کرتے ہیں:

"اگر آپ نے میرے یہ کھیل ٹیلی ویژن پر نہیں دیکھے تو انھیں یہاں دیکھ لیجیے۔۔۔۔اب دیکھتے ہیں کہ آپ انھیں پڑھ کر دنگ رہتے ہیں یا روتے ہیں۔"(5)

اس مجموعے میں پہلا ڈراما "مُورت" ہے جس کے مرکزی کردار تیموراور مُورت ہیں ۔ تیمور کا کردار ہمارے معاشرے کا ہی ایک ایسا کردار ہے جو اپنی محنت سے سب کچھ حاصل کرنے کی جستجو کرتا ہے۔ تیمور ایک

انشورنس کمپنی میں کام کرتا ہے جس میں اس کو اتنا ہی منافع ملتا ہے جتنا یہ دوسروں کو انشورنس کروانے کے لیے قائل کرتا ہے۔ ابتدا میں تو پورا دن لگا دینے کے باوجود کوئی انشورنس کروانے پر آمادہ ہی نہیں ہوتا تھا۔ مُورت سے تیمور کی ملاقات اس کے والد کی وفات پر ہوتی ہے۔ تیمور مُورت کو انشورنس کروانے کے لیے کہتا ہے لیکن وہ صاف انکار کر دیتی ہے۔ تیمور شادی بھی اس وجہ سے نہیں کرتا کہ حالات بہتر ہو جائیں تو پھر کروں گا۔ تیمور دکانداروں، یہاں تک کے رکشے پر بیٹھتے ہی رکشے والے کو بھی انشورنس کروانے کے لیے قائل کرتا ہے لیکن ناکام رہتا ہے۔ تیمور رکشے والے کو کئی طریقے سے قائل کرتا ہے کہ اگر تم دو روپے روزانہ کسی ایسی کمپنی کو دے دو جو اگر خدانخواستہ تمھارا حادثہ ہو جائے تو تمھارے خاندان کو روزانہ پچاس روپے اس وقت تک ادا کرتی رہے گی جب تک تم ٹھیک نہ ہو جاؤ۔ دوسرے کئی طریقے اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح تیمور مینیجر عمران کو کہتا ہے جتنے کیس لے آؤ، ان سے تمھیں بھی کمیشن دوں گا لیکن شہر کے امرا افراد کی فہرست مجھے نکال دو اور ان کی سرگرمیوں سے بھی آگاہ کر دو۔ تیمور کا کردار ایسا ہے جو بھاگ رہا ہے اور ایک عرصے سے تھکا ہوا ہے لیکن جستجو میں مگن ہے۔

"ایک ایسا پرندہ جو اڑتا چلا جاتا ہے اور اسے علم نہیں کہ اوس میں بھیگے ہوئے وہ سرسبز میدان کہاں ہیں جن میں اُتر کر اس کے ٹوٹتے پروں کی تمام تر تھکاوٹ نُچڑ جائے گی۔' '(6)

تیمور ایک محنتی اور خوددار کردار ہے۔ مُورت سے منگنی کے بعد اس نے اس وجہ سے مُورت کا گھر چھوڑ دیا کہ اپنی محنت سے اپنی پہچان اور نام بناؤں گا، اس طرح سب مجھے مُورت کا منگیتر کہہ کر مخاطب نہیں کریں گے۔ تیمور شہر کے بڑے لوگوں سے ملتا ہے، اُن کو متاثر کرتا ہے اور انشورنس کروانے میں کامیاب رہتا ہے۔ وہ اس کے لیے بے حد محنت کرتا ہے اور ایک دن مُورت کا گھر بھی خرید لیتا ہے۔ تیمور کے کردار سے جہاں محنت میں عظمت کا سبق ملتا ہے وہیں اس کردار سے خودداری کا درس بھی ملتا ہے۔ جیسے آخری اُمیدوار مسز حیات کو متاثر کرنے کے لیے مورت کتوں کا ذکر کرتا ہے کیوں کہ مسز حیات کے ریکارڈ میں اس کو یہ پتا چلتا ہے کہ انھیں کتے پسند ہیں جب کہ مسز حیات کے بقول وہ اب بلیوں کو پسند کرتی ہیں تو تیمور بہت فن کاری سے بات کو بدل دیتا ہے اور فارم رکھ کر مسز حیات سے چیک لے لیتا ہے۔

یہ ڈراما ہمیں بتاتا ہے کہ انسان تاحیات بھی پرواز کرتا رہے تو اس کے سامنے اسی کا عکس ہوتا ہے جو سب سے بڑی سچائی ہے۔

"مُورت کی آواز اُسی تھرتھراہٹ کے ساتھ بار بار پکارتی ہے۔ تلاش عبث ہے، سب کچھ تم ہو۔"(7)

دوسرا ڈراما "دشتِ تنہائی" ہے جس میں ایک نوجوان لڑکی کو دولت متاثر نہیں کرتی۔ کیٹی کا کردار بھی اُن کرداروں کی طرح ہے جو مادیت کی بجائے روحانیت کو ترجیح دیتے ہیں۔ جنھیں مادی چیزیں متاثر نہیں کرتیں اور نہ ہی دولت کے انبار اسے اپنی کشش میں مبتلا کرتے ہیں۔ کیٹی کا شمار ان روحانی افراد میں ہوتا ہے جنھیں دولت کی بجائے قدرت اپنی جانب کھینچتی ہے۔ کیٹی کا کردار رحم دل اور انسانیت کی ہمدردی سے لبریز نظر آتا ہے جس کے پاس تمام نعمتیں ہونے کے باوجود وہ کسی چیز کو یا انسان کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتی۔ کیٹی کا تھیسز خانہ بدوشوں کی معلومات پر ہوتا ہے جب کہ وہ ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ ایسے میں مراد بابا کا کردار اس کی مدد کرتا ہے۔ مراد بابا قاسم کیٹی کے والد کا چوکیدار ہے اور خود بھی خانہ بدوش ہے۔ کیٹی، جس کا خانہ بدوشوں کے قصبے میں جا کر رہنا ممکن تھا، اب گھر کی چاردیواری میں رہ کر زندگی گزارتی ہے۔ کیٹی کے پاس یورپ سے خریداری کی سہولیات موجود ہونے کے باوجود وہ یورپ جانے سے انکاری ہوتی ہے۔ کیٹی خانہ بدوشوں کے علاقے میں جا کر اپنا کام مکمل کرنا چاہتی ہے جس پر تیمور اُس کو سمجھاتا ہے کہ تم اُدھر نہیں رہ سکو گی۔ کیٹی کے متعلق قاسم اور تیمور کا خیال تھا کہ چوں کہ یہ آسائشوں کی عادی ہو چکی ہے اس لیے اس کا صحراؤں میں رہنا ممکن نہیں۔ کیٹی مراد بابا سے حاصل کی گئی معلومات کے مطابق تھیسز لکھتی تو اس کو محسوس ہوتا ہے کہ اس طرح وہ معیاری کام نہیں کر پائے گی، اس کا کام کبھی مکمل نہیں ہو پائے گا۔ اُسے محسوس ہوتا ہے کہ مراد بابا اپنی بات ٹھیک طرح سمجھا نہیں پاتے یا وہ ان کی بات کو ٹھیک طرح سمجھ نہیں پاتی، ایسے کام کرنے سے کام کا مقصد جاتا رہے گا۔

> "میرے وطن کے صحراؤں اور موسموں کی خوشبو ان بند کمروں تک نہیں آسکتی، آپ کو ان کے پاس جانا ہوگا۔ آپ کے شہر میں آسمان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں، ہمارے گاؤں میں پورا آسمان ہے۔" (8)

کیٹی مراد کے ساتھ اس کے گاؤں جاتی ہے تو اسے وہاں گل شیر ملتا ہے۔ وہ ایک بوڑھا انسان ہے جو پچاس برس سے انھی صحراؤں میں رہ رہا ہے۔ کیٹی پہلی دفعہ ان کھلی فضاؤں میں آئی ہے۔ تیمور اور قاسم اپنے بزنس میں مصروفیت کی وجہ سے اسے رفاقت سے محروم رکھتے ہیں جو اس کی ضرورت تھی۔ تیمور اور قاسم جس ماڈرن لائف میں وقت گزارنے لگتے ہیں تو یہ طرزِ زندگی ان دونوں کو وقت نہیں دیتا کہ کسی کے پاس بیٹھ کر گپ لگا سکیں۔ اس ڈرامے کا مردانہ کردار تیمور مغرور جب کہ گل شیر اس کے برعکس ہے۔ گُل شیر خانہ بدوش ہے اور اپنی محبت کی سرگزشت کیٹی کو سناتا ہے۔ حسن بانو اور گل شیر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں مگر گل شیر قصبے کے لوگوں سے ڈرتے ہوئے حسن بانو کو شہر لے جا کر اس سے نکاح کر کے زندگی بسر کرتا ہے۔ ان دونوں کو دھوکے سے گاؤں واپس لا کر حسن بانو کو زندہ دفن کر دیا جاتا ہے جب کہ گل شیر کا والد، جہان شیر، اس کے ہاتھ پاؤں کھول کر اسے باہر نکال دیتا

ہے۔ تب سے گل شیر وسیع صحرا میں رہتا تھا اور اب اتنے برس بعد وہ اپنے گھر جاتا ہے۔ کیٹی بھی ساتھ جانے پر اصرار کرتی ہے، لیکن گل شیر اسے بوسہ دے کر اور سر پر ہاتھ پھیر کر اسے گاؤں کے اندر جانے سے روک دیتا ہے کہ اندر کیا علم گھر ہو یا موت کی با نہیں۔ کیٹی کا کردار اس قدر حساس ہے کہ فائر کی آواز سُن کر گاؤں کی جانب دیکھ کر اشک بہانا شروع کر دیتی ہے:

"ایک فائر کی آواز سے کیٹی کانپتی ہے، دوسرے فائر کی آواز سے کیٹی بے رتحاشا رونے لگتی ہے، روتی رہتی ہے۔ گاؤں کی طرف دیکھتی ہے۔"(9)

مندرجہ بالا اقتباس سے اس ڈرامے میں جرگہ سسٹم کو بھی نمایاں کیا گیا ہے۔ ابھی بھی بہت سے دیہات ایسے ہیں جہاں جرگے کے قوانین کے مطابق معاملاتِ زندگی طے ہوتے ہیں۔ اس ڈرامے میں جہاں اس اہم موضوع پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے کہ کیٹی جیسے کرداروں کو دولت متاثر نہیں کرتی بلکہ روحانیت کی جانب مائل ہوتے ہیں، وہیں دوسرے موضوع جرگہ سسٹم کو بھی گل شیر اور حسن بانو کے کردار کے ذریعے نمایاں کیا گیا ہے۔ یہ ڈراما روحانی زندگی کی اقدار اور جرگہ سسٹم کی قباحتوں کو بیان کرتا ہے۔

ڈراما "عبث بدنام" میں صابر، ماں، باپ، نرگس، عائشہ اور دوسرے ضمنی کردار شامل ہیں۔ صابر کا کردار چاپلوسی اور سفارشی نظام سے تنگ ہے اور وہ اپنی تعلیمی قابلیت پر ملازمت حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن ناکام رہتا ہے۔ وہ اپنے قوانین کے مطابق زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ صابر جیسے کردار ہمیں اپنے ارد گرد بھی نظر آتے ہیں جو محض اپنی قابلیت کے بل بوتے پر ترقی کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ کچھ افراد کے پاس سفارش کی سہولت بھی میسر ہوتی ہے لیکن وہ پھر بھی اپنی محنت سے سب حاصل کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ اس ڈرامے میں ہمیں صابر کا کردار ایسے ہی عکس میں نظر آتا ہے۔ اس کے باپ کے پاس سفارش بھی ہے لیکن وہ اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ وہ کسی کے کہنے پر کہیں ملازمت کے لیے رکھا جائے۔ سفارشی نظام موجودہ عہد میں اپنی جڑیں مضبوط کر چکا ہے اور زیادہ تر سفارشی سسٹم کی بہ دولت ہی کام یاب ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سفارشی نظام ہر معاشرے کا حصہ ہے اور کچھ افراد اس کو ناپسند کرتے ہوئے اپنی قابلیت پر اپنا مقام حاصل کرتے ہیں لیکن زیادہ تر اس سفارشی سسٹم کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں۔ بہر حال یہ ایک طویل بحث ہے جس سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس ڈرامے کا ایک اہم مقصد بھی یہ ہے کہ سفارشی سسٹم کے بغیر بھی انسان قابلیت کے بل بوتے پر ترقی کر سکتا ہے۔ صابر ہمت نہیں ہارتا انٹرویوز دینے سے اکتاہٹ میں مبتلا بھی نہیں ہوتا۔ باپ صابر کو اچھی ٹائی لگانے کا مشورہ دیتا ہے کہ انٹرویو محض اُمیدوار کا ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے جوتے اور سوٹوں کا بھی ہوتا ہے۔ صابر نہ تو کسی سفارش کو قبول کرتا ہے اور نہ اپنی وضع بدلنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے اصولوں پر زندگی گزارنے کا خواب رکھتا ہے اور اسی رنگ میں رہتا ہے جو اسے پسند ہے۔

"اسی زمین پر رہنا چاہتا ہوں لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس زمین کو میرے قدموں تلے سے کھینچ لیتے ہیں۔۔۔وہ جانتے ہیں اگر میرے پاؤں زمین پر ٹک گئے تو وہ خود ختم ہو جائیں گے۔"(10)

صابر کا دوست کمال بھی صابر کو اپنے طریقے بدلنے کا مشورہ دیتا ہے کہ دنیا جیسی ہے اس کے ساتھ چلو تو کامیاب ہو جاؤ گے؛ ویسے جواب دو جیسے لوگ سننا پسند کرتے ہیں۔ کمال کی تعلیمی قابلیت کا معیار صابر سے کم ہوتا ہے لیکن پھر بھی ملازمت کر رہا ہوتا ہے جب کہ صابر اپنے بل بوتے پر ملازمت حاصل کرنے کے لیے انٹرویوز ہی دیتا جا رہا تھا۔ وہ پیہم صبر سے اپنی قابلیت اور صلاحیت کے بل پر ملازمت ملنے کے لیے کوشش کرتا ہے اور خود اعتمادی کے زینے سے اُتر کر اس زمین پر پاؤں نہیں رکھتا۔ صابر کی منگیتر عائشہ بھی اس انتظار میں ہے کہ صابر کو ملازمت ملے۔ وہ اسے مشورہ دیتی ہے کہ اپنے گرد تعمیر حصار سے باہر نکلے لیکن صابر اپنی عزتِ نفس برقرار رکھنا چاہتا ہے اور خوش آمد اور سفارش کی بیساکھیوں کے سہارے کام یابی کے راستے پر نہیں چلنا چاہتا اور نہ سہاروں کا متلاشی ہے۔ اگر حقیقی طور پر دیکھا جائے تو یہ المیہ ہے۔ چاپلوسی اور سفارش ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے ذریعے آپ ایک ہی جست میں کام یابی کے تمام زینے چڑھ سکتے ہیں۔ دنیاوی اعتبار سے ایک کام یاب زندگی گزارنے کے لیے جہاں دیگر لوازمات ضروری ہیں وہیں خوش آمد اور چاپلوسی بھی از حد ضروری ہے۔ اگر آپ خوش آمد اور چاپلوسی میں ڈگری یافتہ ہیں تو پھر آپ کو کسی اور ڈگری کی کم ہی ضرورت پڑے گی۔ اس کی بہ دولت آپ کی زندگی کے تمام راستے خاصے روشن رہیں گے۔ صابر کا باپ اس کی سفارش کروا کر اسے بھرتی کروا سکتا تھا لیکن صابر حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے۔

"میں اپنا حق مانگتا ہوں۔ کسی سفارش کے بغیر۔۔ چاپلوسی کا نقاب اوڑھے بغیر۔ جس ملازمت کو میں Deserve کرتا ہوں اس کے حصول کے لیے میں چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ کیوں سجاؤں؟ بھیک کیوں مانگوں۔" (11)

صابر اپنی عادات و اطوار بدلنا نہیں چاہتا اور نہ ہی تہذیب کے جنگل میں اپنی ذات کو گم کرنا چاہتا ہے؛ وہ اپنی انفرادیت برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ ڈراما نگار نے بہت عمدہ انداز اور صابر جیسے کردار سے اس حقیقت کو آشنا کیا ہے کہ قابلیت کا معیار سفارش سے زیادہ نہیں بلکہ آپ کی قابلیت آپ کے سفارشی معیار کو دیکھ کر جانچی جاتی ہے۔ صابر اسی کش مکش میں مبتلا رہتا ہے اور اپنے قوانین معاشرے کے مطابق نہیں ڈھالتا اور نہ اپنی وضع کو بدلتا ہے۔ اپنی انفرادیت کو برقرار رکھے ہوئے اپنی چال پر چل رہا ہے۔

ڈراما "پانی کا قیدی" ایک حساس موضوع پر لکھا گیا ڈراما ہے جس میں مصنف نے موجودہ دور کی صورت حال کی بھی عکاسی کی ہے۔ والدین اولاد کو مشقت سے پال کر اُس مقام تک پہنچانے میں پوری عمر صرف کر دیتے ہیں کہ

جہاں دنیا اُن کو عزت اور رشک بھری نظروں سے دیکھتی ہے۔ تاہم یہ مقام پاتے ہی اس مقام پر لانے والوں کی مشقت کو فراموش کر دیا جاتا ہے۔ احساس کا جذبہ اس حد تک ماند پڑ جاتا ہے کہ والدین کے محسوسات تک کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے ، اس بات کی پروا نہیں کی جاتی کہ اولاد کے افعال اور الفاظ والدین کے لیے کس کرب کا سبب بنیں گے۔ علاوہ ازیں اولڈ ہاؤسز سے ملتی جلتی بے شمار کہانیاں آپ کو اپنے ارد گرد ملیں گی۔ یہ ڈراما بھی ایسی ہی تلخ حقیقت کی عکاسی کر رہا ہے۔ اس ڈرامے میں مرکزی کردار روشن اور مراد کا ہے۔ روشن باپ جب کہ مراد اس کا بیٹا ہے۔ روشن پیشے کے لحاظ سے ماشکی ہے، اس کے آباؤاجداد بھی یہ ہی پیشہ رکھتے تھے۔ روشن کو اپنے ماشکی ہونے پر فخر تھا۔ اس کا ماننا تھا میری ماشکی مجھے عاجز رکھتی ہے اور اسی سے میرا حلال رزق منسلک ہے۔ مراد چھوٹا ہوتا ہے تو روشن اُسے امرا طبقے کے بچوں کی طرح معیاری سکول میں بھیجتا ہے کیوں کہ روشن نہیں چاہتا کہ میرے بعد کوئی ماشکی بنے۔ روشن کا خواب ہوتا ہے کہ کسی بھی طرح اس کو اچھی تعلیم دلوا کر اعلا عہدے پر لگوایا جائے۔ مراد جس معیاری سکول جاتا تھا وہاں روشن اس کو خود لانے اور لے جانے کا کام کرتا تھا۔ روشن اور مراد کے حلیے میں اس قدر امتیاز تھا کہ مراد کو لاتے ہوئے اکثر کچھ لوگ مشکوک اسے سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ روشن کو اگر کہیں کوئی مزید کام بھی ملتا تو وہ اس وجہ سے کر دیتا کہ اس کے بیٹے کے اخراجات اچھے طریقے سے پورے ہو جائیں۔ اس حوالے سے دیکھیے:

> "بس پانی نے پاؤں باندھ لیے تھے۔ ٹھیکیدار کہنے لگا کہ ساتھ والی کوٹھی پر لینٹر پڑ رہا ہے۔ پھیرے کے دُگنے پیسے دوں گا، میں لالچ میں آگیا،اس کی فیس بڑھ گئی ہے ورنہ۔۔۔"(12)

روشن ہمیشہ حلال رزق کو ترجیح دیتا ہے اور انتہائی محنت و مشقت سے وہ مراد کو پڑھاتا ہے تاکہ مراد کبھی نہ جھکے۔ مراد ایم-اے کر لیتا ہے لیکن کوئی اچھی نوکری نہیں ملتی۔ وہ سی ایس ایس کے لیے اپلائے کرتا ہے، امتحان پاس کرتا ہے اور سی ایس پی آفیسر بن جاتا ہے۔ باپ بیٹا دونوں بہت خوش ہوتے ہیں۔ چھ ماہ کی ٹریننگ کے لیے جاتا ہے تو باپ کی جانب کم ہی دیکھتا ہے جس سے روشن اذیت میں مبتلا رہتا ہے۔ ایک دن روشن اس کی اکیڈمی چلا جاتا ہے تو مراد بہت شرمندگی محسوس کرتا ہے۔ مراد اپنے والد سے کہتا ہے آپ نہ آیا کریں میں خود کوٹھڑی پر چکر لگا لیا کروں گا۔ بیٹے کے افسر بننے کے بعد بھی روشن ایک کمرے نما کوٹھڑی میں ہی رہ رہا ہوتا ہے۔ روشن نے مراد سے وعدہ کیا ہوتا ہے کہ اب وہ ماشکی کا کام نہیں کرے گا۔ روشن بہت خوش ہوتا ہے، اپنی خوشی کا اظہار کچھ اس طرح کرتا ہے:

> "کھونٹی پر ٹنگی مشک سے کہتا رہتا ہوں کہ بی بی اب ہم نے تجھے طلاق دے ڈالی۔ اب ہم ایک بڑے افسر کے باپ ہیں کوئی ماشکی نہیں۔" (13)

اس اقتباس سے روشن کی خوشی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن مراد اپنی زندگی میں مگن ہو جاتا ہے پھر معیار آڑے آتا ہے۔ مراد کا دوست جلال جو اسے اکیڈمی میں ملتا ہے، اپنی آنٹی کے کہنے پر اُس کو دعوت پر بلاتا ہے۔ آنٹی کی تعلیم یافتہ بیٹی ثروت سے اس کی شادی ہو جاتی ہے۔ مراد کو ایک بنگلا ملا ہوتا ہے جہاں مراد شادی کے بعد ثروت اور اپنے دو بچوں کے ساتھ رہتا ہے۔ روشن کو اس بنگلے کے بارے میں علم ہوتا ہے نہ ہی بیٹے کی شادی کے بارے میں۔ وہ اپنے بیٹے مراد کے بچوں کی پیدائش سے بھی لاعلم ہوتا ہے۔ مراد ہر مہینے ڈاک کے ذریعے اسے پیسے بھجوا دیتا تھا۔ روشن کی شدید بیماری کا علم مراد کو چاچے حلوائی اور رابعہ کے ذریعے ہوتا ہے۔ علم ہونے پر وہ روشن کو اپنے بنگلے میں لے جاتا ہے۔ لیکن ثروت کو روشن کے سٹیٹس اور اپنے معیار کو دیکھتے ہوئے دوسروں کے سامنے اسے اپنے سسر اور مراد کے والد کے طور پر متعارف کرواتے ہوئے شرمندگی محسوس ہوتی تھی۔ وہ مراد سے کہتی ہے کہ ان کو خرچا بھیجتے تھے تو وہیں رہنے دیتے:

> "ابا جان شاید چند دنوں میں میری ٹرانسفر ہو جائے، آپ ہمارے ساتھ کہاں مارے مارے پھریں گے۔۔میں آپ کو خرچہ بھیجتا رہوں گا۔'' (14)

ڈراما "مہک" کے مرکزی کردار فضل، مریم اور عارف ہیں۔ باقی کرداروں میں بیدی، روشن، فیض وغیرہ شامل ہیں۔ اس ڈرامے کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ اپنی مٹی سے محبت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ چند کرداروں کے ذریعے مٹی سے محبت کو ظاہر کیا گیا ہے کہ کس طرح اپنی زمین بچوں کی طرح پالتے یعنی زمین کی رکھوالی کرنے والوں کو اپنی زمین سے پیار ہوتا ہے۔ اکثر دیہات میں آج بھی حب الوطنی کا جذبہ اتنی ہی شدت کے ساتھ محسوس ہوتا ہے۔ دیہی افراد اپنی مٹی اور کھیتوں سے بے حد لگاؤ رکھتے ہیں اور محبت وعقیدت میں اس کو کبھی بیچتے نہیں ہیں۔ اگر کوئی زمین بنجر بھی ہو تو اسے آباد کرنے کی جستجو میں لگے رہتے ہیں لیکن اس کو بیچتے نہیں؛ یہ ان کی خاصیت ہوتی ہے۔ جیسے انسان اپنی اولاد کو پال کر بڑا کرتا ہے اسے ہر طرح کی حفاظت اور نگہداشت میں رکھتا ہے، بالکل ایسے ہی ان کو اپنی زمین سے لگاؤ ہوتا ہے۔ زمین دیہی لوگوں کی پہچان ہوتی ہے جس سے ان کا نام چلتا ہے۔ آج بھی دیہی علاقے میں دیکھا جائے تو زمینداروں کا نام اور پہچان اسی سے ہوتی ہے۔ فضل اپنے دونوں بچوں کے ہم راہ شہر سے اپنے گاؤں کسی کام کے سلسلے میں جاتا ہے۔ مریم اور عارف پہلی دفعہ گاؤں جاتے ہیں تو ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ وہاں کی کچی عمارات اور گاؤں کی طرز زندگی پر دونوں حیرانی کا اظہار کرتے ہیں۔ روشن ان شہر والوں کو دیہات کی سیر وسیاحت کے لیے لے جاتا ہے۔ روشن؛ مریم اور عارف کو ان کی زمین پر لے جاتا ہے جہاں دونوں بہن اور بھائی اس زمین کی خوشبو سے لطف اٹھاتے ہیں اور فضا میں سرسوں کی خوشبو ان کے دلوں کو موہ لیتی ہے۔

"مریم اٹھتی ہے اور ادھر اُدھر گھومتی ہے۔ وہ سرسوں کے کھیت میں ہے اور اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہوتی ہے مختلف کھیتوں میں ایک مونتاژ جس سے ظاہر ہو کہ زمین کی کشش اس پر حاوی ہو رہی ہے۔" (15)

عارف اور مریم کی ناپسندیدگی کم ہو جاتی ہے اور اپنی زمین سے محبت کے تاثرات ظاہر کرتے ہیں۔ روشن اس زمین کی رات بھر رکھوالی کرتا ہے۔ وہ اس کے فروخت ہو جانے پر بہت افسردہ ہے۔ وہ مریم کے سامنے اظہار کرتا ہے کہ یہ زمین نہ بیچو یہ آپ کی بلکہ ہم سب کی پہچان ہے مگر فضل؛ عارف کو امریکا بھیجنے کے لیے اس زمین کو لازمی بیچنا چاہتا ہے۔ مریم کو اس زمین سے جدائی میں بخار ہو جاتا ہے۔ اُسے اپنی مٹی سے محبت ہو جاتی ہے اور اپنی ماں کی اس زمین سے آوازیں آتی ہیں۔ روشن، جس نے دن اور رات کی محنت اس زمین پر لگائی ہوتی ہے وہ، اس زمین کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا۔ اس مقصد کے لیے وہ فضل سے کچھ وقت بھی مانگتا ہے لیکن بے سود۔ اکثر زمین نسل در نسل چلتی ہے یعنی وراثتی زمین جو اولاد میں منتقل ہوتے ہوئے مسلسل ساتھ چلتی رہتی ہے، جنھیں کسی بھی قیمت پر فروخت نہیں کیا جاتا بلکہ اپنی پہچان باقی رکھنے کے لیے اس کو کھیتی سے آباد رکھا جاتا ہے:

"یہ جو تمھاری عزت ہوتی ہے اس گاؤں کی گلیوں میں چلتے ہوئے اور ہر ایک نے تمھاری راہ میں آنکھیں بچھائی ہیں۔۔۔ اس پہچان کی وجہ سے، اس زمین کی وجہ سے۔۔۔ جہاں اب بھی ہمارے بزرگوں کی مہک ٹھہری ہے۔" (16)

ڈراما "جنگل میں راستہ" ایک ایسا ڈراما ہے جس سے یہ سبق دیا گیا ہے کہ انسان کو اپنی معذوری کو کمزوری نہیں بنانا چاہیے بلکہ جو میسر ہے اُسی میں بہترین کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ رب العزت کی نعمتوں میں سے کسی ایک نعمت کی کمی ہو تو اُسے احساس کمتری یا اپنی بے بسی کا سبب نہیں بنا لینا چاہیے بلکہ عطا کی گئی دوسری نعمتوں کے ساتھ بہترین زندگی گزارنی چاہیے۔ معاشرے میں ہمیں ایسے بہت سے افراد ملتے ہیں جو جسمانی اعضا سے محروم ہو کر بھی ترقی کی منازل طے کر جاتے ہیں اور کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے معذور ہونے پر دوسروں کے سہارے تلاشتے ہیں۔ محرومی کو کم زوری سمجھتے ہوئے سہاروں کی تلاش ہی انسان کو کام یابی سے روکتی ہے۔ میری ذاتی رائے ہے کہ انسان دوسروں سے روشنی لے کر کبھی نہیں چمک سکتا۔ معذوری میں مبتلا انسان بھی اپنے بل بوتے پر چمک سکتا ہے اگر وہ حوصلہ بلند رکھے۔ اس ڈرامے کے مرکزی کردار فرید کی طرح بینائی سے محروم کئی افراد ہمیں اپنے اردگرد بھی دیکھنے کو ملتے ہیں جنھوں نے کام یابی کے راستے میں اپنی محرومی نہیں آنے دی۔ جیسے سعودی عرب میں ایک نوجوان خاتون بینائی سے محروم ہونے کے باوجود خوب صورت فن پارے تشکیل کرنے والی معروف آرٹسٹ ہے۔ اسی طرح جموں کے جگتی ٹاؤن شپ میں رہنے والی 18 سالہ پارتھی دھرنے بینائی سے محروم ہونے کے باوجود بھی بارہویں کے امتحان

میں 83 فیصد نمبر حاصل کر کے نہ صرف شان دار کام یابی حاصل کی ہے بلکہ اپنی کام یابی سے پار تھی دھرنے یہ ثابت کر دیا ہے کہ لگن اور محنت سے سب کچھ ممکن ہے۔ ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ فرید کا کردار بھی ایسا ہی محروم و معذور انسان ہے:

"اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہے کہ اگر انسان کی ایک حس چھن جائے تو اس کی بقیہ حسیں پہلے سے تیز ہو جاتی ہیں۔۔۔حساب برابر ہو تا ہے۔" (17)

مرکزی کرداروں میں فرید، اماں اور سویرا شامل ہیں۔ علاوہ ازیں بلقیس، بھابھی وغیرہ کے کردار شامل ہیں۔ فرید کی بینائی جانے کے بعد بھی وہ سکول جاتا ہے اور اپنے سہارے پر چلتا چلتا وہ ایم-اے میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کے اندھا ہونے کی وجہ سے بلقیس سے اس کا رشتہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ فرید کی ماں بے حد پریشان رہتی ہے۔ ہاسٹل میں اس کو بہت سے دوست ملتے ہیں جن میں ایک سویرا ہوتی ہے۔ سویرا شہریار ایک امیر باپ کی اکلوتی اولاد ہوتی ہے۔ سویرا اور فرید کے آپس میں اچھے مراسم ہو جاتے ہیں۔ فرید کا کردار بہت مضبوط ہے جو کمزور نہیں پڑتا بلکہ جدوجہد کو ترجیح دیتا ہے۔ تاہم اکثر افراد فرید کی طرح مضبوط اور پُرعزم نہیں ہوتے۔ ایسے افراد اس کمزوری سے احساس کمتری میں مبتلا ہو کر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں؛ اسی سبب وہ راستہ تلاش کرنے کی سعی بھی نہیں کرتے۔ فرید کے کردار کی زبانی مصنف لکھتے ہیں:

"آنکھیں نہ ہوں تو زندگی گزارنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ معذور انسان اگر اپنے آپ پر ترس کھانا اور آنسو بہانا چھوڑ دے تو آدھے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔" (18)

ہمارے معاشرے کا مسئلہ یہ ہے کہ معذوروں کو معاشرے کے بہاؤ سے الگ کر کے کنارے پر بٹھا دیا جاتا ہے کہ یہ بے چارے چل پھر نہیں سکتے ہیں۔ لیکن فرید کا کردار منفرد ہے۔ سویرا کے کردار میں ہمدردی پائی جاتی ہے۔ جو حادثے میں مرنے سے پہلے اپنی آنکھیں فرید کو عطیہ کر دیتی ہے اور اپنی شناخت اور نام پوشیدہ رکھنے کا کہتی ہے۔ فرید کو سویرا کی آنکھیں مل جاتی ہیں جس سے اس کی بینائی واپس آجاتی ہے۔ فرید ان آنکھوں کے ساتھ اُسی جنگل میں جا کر سویرا کی یاد میں مگن ہو جاتا ہے جس جنگل میں سویرا اسے اپنی سالگرہ منانے کے لیے لے کر گئی تھی۔

مستنصر حسین تارڑ کے تمام ڈرامے اسی معاشرے کی صورت حال کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان ڈراموں میں انھوں نے پیچیدہ زبان کا استعمال نہیں کیا بلکہ سادہ جملوں میں خوب صورت کہانیاں بیان کر دی ہیں۔ اسلوب بھی سادہ ہے اور مکالمے بھی کرداروں کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ ان چھ ڈراموں میں ہر کہانی اس سماج اور اس میں رہنے والوں کی کہانیوں کو بیان کرتی ہے۔ ان کے ڈراموں کا باریک بینی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ

مستنصر حسین تارڑ سماجی منظر کشی میں مہارت رکھتے ہیں، وہ معاشرے کے چہرے سے رنگین نقاب اتار کر اس کا بھیانک چہرہ سامنے لاتے ہیں۔ وہ اپنے اسلوب میں افسانے اور حقیقت کے امتزاجی بیان کی وجہ سے شہرت کے حامل ہیں۔ وہ ڈرامے کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ انسانی جذبات کی ترجمانی آسان انداز میں ہو جاتی ہے۔ یہ ہی اندازِ تحریر ان کی شہرت کا باعث ہے۔ ڈرامائی لب ولہجے نے مناظر کے بیان کو بڑی کامیابی سے قاری تک پہنچایا ہے۔ ڈرامے میں ہر منظر کو بڑے دل کش اور عمدہ انداز میں بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں ان کے ڈراموں کے منفرد ہونے کی وجہ ان کا اسلوب ہے۔ فن میں جدت کے موتی بکھیرتے ہوئے انسان کے باطن کی عکاسی یوں کرتے ہیں کہ قارئین پر محویت طاری ہو جاتی ہے۔ المختصر، اپنے منفرد بیان کی وجہ سے تارڑ ڈراما نگاری میں منفرد مقام ومرتبہ رکھتے ہیں۔

## حواشی وحوالہ جات

1۔ غفور شاہ قاسم، ڈاکٹر، مستنصر حسین تارڑ شخصیت وفن، اسلام آباد: اکادمی ادبیاتِ پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۲۲۵

2۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: ادارہ فروغ قومی زبان، ۲۰۱۸ء، ص ۱۱۷

3۔ اسلم قریشی، ڈراما نگاری کا فن، دہلی: اعلیٰ پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۸ء، ص ۲۲

4۔ وقار عظیم، سید، اردو ڈرامہ فن اور منزلیں، دہلی: ایجوکیشنل پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، ص ۳۰

5۔ مستنصر حسین تارڑ، مُورت، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص ۶

6۔ مستنصر حسین تاڑر، مُورت، ص ۱۷

7۔ ایضا، ص ۳۷

8۔ ایضا، ص ۴۳

9۔ ایضا، ص ۸۱

10۔ ایضا، ص ۸۶

11۔ ایضا، ص ۸۸

12۔ ایضا، ص ۱۱۶

13۔ ایضا، ص ۱۲۹

14۔ ایضا، ص ۱۴۲

15۔ ایضا، ص ۱۷۰

16۔ایضا،ص ۱۷۱

17۔ایضا،ص ۱۹۴

18۔ایضا،ص ۲۰۳


## References in Roman Script:

1. Ghafoor Shah Qasim, Dr, Mustansir Hussain Tarar Shaksiyat Awr Fun, Islamabad: Pakistan Academy of Letters, 2018, P225
2. Hafeez Siddiqui, Abu al Ijaz, Kashaaf Tanqeedi Istalahat, Islamabad: Idara e Faroogh e Qaumi Zaban, 2018, P117
3. Aslam Quraishi, Drama Nigaari Ka fun, Delhi: Alla Prinitng Press, 1938, P22
4. Waqar Azeem, Syed, Urdu Darama Fun awr Manzalein, Delhi: Educational Publications, 1996, P30
5. Mustansir Hussain Tarar, Moorat, Lahore: Sang e Meel Publications, 2010, P6
6. Mustansir Hussain Tarar, Moorat, P17
7. As Above, P37
8. As Above, P43
9. As Above, P81
10. As Above, P82
11. As Above, P88
12. As Above, P116
13. As Above, P 129
14. As Above, P142
15. As Above, P170
16. As Above, P171
17. As Above, P194
18. As Above, P203